

نظرات

اس ماہنامے کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں خوب سے خوب تر کی جستجو میں ہم پچھلے چند ماہ کے اندر کئی تجربے کر چکے ہیں۔ ہم نے اسے پہلے کئی مہینے تک ٹائپ میں شائع کیا۔ لیکن ٹائپ کی چند در چند دقتوں کے باعث ہم لیتھو کی چھپائی کی طرف مائل ہو گئے۔ بعد میں لیتھو کی طباعت کی بدنامی کو کم کرنے کے لئے ہم نے تصاویر کا اضافہ کیا۔ لیکن حسن طباعت کا جو معیار ہم چاہتے تھے لیتھو کے ذریعہ ہم اسے حاصل نہ کر سکے۔ اس لئے ہم پھر اس ماہنامے کو ٹائپ میں شائع کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی تصاویر کا اضافہ بھی جاری رہیگا۔ امید ہے کہ قارئین کرام ہمارے اس فیصلے کو سراہیں گے۔ ٹائپ کی چھپائی بعض اصحاب کے لئے نا مانوس ہے۔ کیونکہ اردو خواں اصحاب کی آنکھیں نستعلیق خط سے مانوس ہیں۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ ہمارے قارئین کے لئے جو قرآن اور قرآنی علوم کے دلدادہ ہیں، نسخ کا قرآنی خط عین مرغوب ہو گا۔

طلب ، تلاش اور تحقیق ۔ یہ ہمارے ادارے کے بنیادی مقاصد ہیں ۔
 ہدایت کی مسلسل جستجو ، ہمارے نزدیک ، اسلام کی تعلیم کا مرکزی نقطہ اور
 اَمْدَانَا الْبَصَرُكَ اَلْمُسْتَقِیْمَ سچے مسلمان کی تمنائوں کا ماحصل ہے ۔

ہدایت کی یہی جستجو ، تجربوں سے سیکھنے کی بھی لگن ، جب علمی
 ہیراہہ اختیار کرتی ہے تو اسے سائنسی جذبہ سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ جس پر موجودہ
 دور کی ساری ترقی کا دار و مدار ہے ۔ اس لئے یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ
 اَمْدَانَا الْبَصَرُكَ اَلْمُسْتَقِیْمَ کی (ایک خاص پہلو سے) علمی و عملی تفسیر ہی نے چاند
 اور مریخ تک پہنچنے کی راہیں کھول دی ہیں ۔

فکر و فلسفہ کی تاریخ لکھنے والے یہ بتاتے ہیں کہ استقراء و تجربہ کی
 یہ روح مسلمانوں کے ذریعہ پیدا ہوئی اور سائنسی جذبہ کی بنیاد رکھنے والے
 مسلمان فلاسفہ و متکلمین ہی تھے ۔ لیکن بنیادیں تو زہر زمین ہوتی ہی ہیں ۔
 افسوس یہ ہے کہ اب بانی بھی تہ خاک ہیں ۔ ان بنیادوں پر عظیم الشان
 عمارتیں تیار کرنے کا شرف مغرب کو حاصل ہوا اور ہم مسلمان اپنے اسلاف
 کی اس میراث سے بالکل بیگانہ ہو گئے ۔ ہم نے تحقیق کی جگہ تقلید ، استقراء
 کی جگہ استدلال ، تجربہ کی جگہ قیاس و تخمین اور طالبانہ عجز و انکسار
 کی جگہ قائدانہ تعلی و تکبر اختیار کر لیا اور اب اسی کو دین و ایمان
 قرار دے رکھا ہے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم جو کبھی اس دنیا میں
 اَنْتَ عَلَیْہِمْ كَے مصداق تھے اَلتَّضَلُّعُ عَلَیْہِمْ مَن شمار کئے جانے لگے ہیں ۔
 وہی آخرت تو قرآن حکیم کی اس وعید کو سامنے رکھتے ہوئے کہ

وَمَنْ كَانَ فِي مَلِیْہِۃٍ اَتَمَّیْ فُہُوْیِ الْاٰخِرَةِ اَتَمَّیْ وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۷﴾

جو شخص اس دنیا میں اندھا رہے گا ، وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور وہ گم
 کردہ راہ ہے ۔ (سورہ بنی اسرائیل ، آیت ۷۷)۔

اور قوم کے اسلامی تو درکنار عام انسانی اخلاقی معیار کو دیکھتے ہوئے ،
 اس بارے میں اہنے آپ کو دھوکہ دینا ذرا مشکل ہی ہے ۔ وبسے ڈھٹائی کی
 بات اور ہے ۔

بہ این ہمہ مقام مسرت ہے کہ اب ملت میں اصلاح احوال کی خواہش بیدار ہو چکی ہے۔ عوام اپنے حالات سے مطمئن ہو کر گز نہیں - آج سے تقریباً نصف صدی قبل حالی نے اپنی مسدس میں قوم کی جس بے بسی کا رونا رویا تھا وہ یقیناً ختم ہو چکی ہے - ہمارے معاشرے میں تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں - عوام ان تبدیلیوں کے فوری اثرات اور ان کے رجحانات دونوں کے بارے میں غیر مطمئن ہیں - لیکن اس کے باوجود ان کے اختیار کرنے سے چنداں گریز بھی نہیں کر رہے ہیں - ان کی یہ بے اطمینانی اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی وہ طبعی لچک جو انہیں اس عدم اطمینان کے باوجود معاشرتی تبدیلیوں کو اختیار کرنے پر مجبور کر رہی ہے - یہ دونوں بہت خوش آئند علامتیں ہیں - ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قوم کا قلب عام انحطاط سے یقیناً محفوظ ہے -

ملت کی اس روحانی بے اطمینانی کی صحیح تربیت وقت کی اہم ترین ضرورت ہے - اسے بہ آسانی جذبہ تحقیق میں تبدیل کیا جاسکتا ہے - طلب ہدایت کی لگن ان میں دوبارہ پیدا کی جاسکتی ہے - ہمارے نزدیک اسلام اور مسلمانوں کی اس وقت بھی سب سے بڑی خدمت ہے -

خدمت کے اس خاص طریقے کو اپنانے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا یہ ماہنامہ پورے ایک سال خالصہ اسلامی موضوعات پر گراں قدر مقالات پیش کرتے رہنے کے باوجود عرف عام میں ”دینی پرچہ“ نہیں بننے پایا - بلکہ خالص ”علمی پرچہ“ ہے - بعض حلقوں میں اسلامی مسائل پر علمی طرز فکر کو مغرب کے مستشرقین کے ساتھ مختص کر دیا گیا ہے - اس لئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہم پر مستشرقین کا رنگ غالب ہے - ہم اس خراج تحسین پر لازاں اور اپنے ان مداحوں کے شکر گزار ہوتے، لیکن ہمیں اس بات کا دکھ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے مسائل پر علمی تحقیق کو ہمارے ان بزرگوں نے اغیار کی

جاگیر قرار دے دیا ہے اور جسے ہارگاہ رسالت نے ضالۃ المومن (مومن کی گمشدہ چیز) کہا تھا وہ ان حضرات کے نزدیک اجارہ کافر ہے۔

ایک وہ زمانہ تھا جب کہ ہم میں شہرستانی، ابن حزم، البیرونی اور محسن فانی جیسے محققین پیدا ہوتے تھے۔ جو دوسرے مذاہب کے بارے میں گہری معلومات رکھتے تھے۔ اور ان پر خالص علمی نقطہ نظر سے بحثیں کرتے تھے۔ وہ اپنے زمانے کے مستشرقین ہی تو تھے۔ چنانچہ ان میں سے البیرونی کو یورپ دنیا کا سب سے پہلا مستشرق مانتا ہے۔ ہمیں اپنے ان مستشرقین کی روایات کو پھر سے زندہ کرنا چاہئے۔ ہمیں چاہئے کہ مغربی مستشرقین کو طعنہ دینے کی بجائے ہم خود مغرب کی مسیحی تہذیب کا ویسا ہی علمی، بے لاگ اور معروضی تجزیہ کریں، جیسا کہ البیرونی نے اپنے زمانے کے ہندوستان کی ہندو تہذیب کا تجزیہ کیا تھا۔ استشرق — بلکہ مولانا عبدالمجید دریا بادی کی زبان میں ”فتنہ استشرق“ کے معارضے کی واحد صورت ہمارے نزدیک یہی ہے۔ طعن و تشنیع سے قطعاً کام نہیں لکلیگا۔

لکلا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب
ترے بے سہر کہنے سے وہ تجھ پر سہراں کیوں ہو

لیکن یورپ کے اس علمی تجزیے سے پہلے ہمیں اپنے موجودہ معاشرے اور گزشتہ تاریخ کا تعمیری، مثبت اور معروضی محاسبہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ ہمیں اپنے ہی اعمال کا جواب دہ ہونا ہے۔ مغرب کی بد اعمالیوں کی پرستش ہم سے نہیں ہوگی۔

لَمَّا مَآ كَبَبْتَ وَلَكُم مَّا كَبَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۱﴾

ان کے لئے ہے جو انہوں نے (اچھا) کیا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے (اچھا) کیا
کیا اور تم سے نہیں پوچھا جائیگا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے۔ (سورہ بقرہ، آیت ۱۲۱)

اگست کا مہینہ پاکستان کی آزادی کی جدوجہد اور اس میں ہماری فتح
مبین کی یاد تازہ کرتا ہے۔ ساتھ ہی ہمیں وہ پیمان یاد دلانا ہے جو ہم نے
مطالبہ پاکستان کے سلسلے میں کیا تھا، اس تقریب کی مناسبت سے ہم ڈاکٹر
فضل الرحمان صاحب کا مقالہ ”اسلام اور پاکستان کی سالمیت“ شائع کر رہے
ہیں، ان کے مسلسل مقالہ ”قرون وسطی کے تشکیلی دور کے بعد کا اسلام“
کی پانچویں قسط کی اشاعت کے لئے قارئین کرام کو آئندہ ماہ کے شمارے کا
انتظار دیکھنا ہوگا۔

یہ شمارہ پریس میں جاچکا تھا کہ ہمیں اپنے محترم رفیق پروفیسر محمد
سلطان العالم چودھری کے انتقال پر ملال کی خبر ملی۔ اے اللہ و اے اللہ راجہوں۔

مرحوم جید عالم دین، ماہر مقنن اور تجربہ کار معلم تھے۔ قیام پاکستان
سے قبل ایشیائی سوسائٹی بنگال، مدرسہ عالیہ اور اسلامیہ کالج کلکتہ سے
منسلک تھے۔ قیام پاکستان کے بعد کچھ عرصہ ایڈووکیٹ کی حیثیت سے کام
کرنے کے ساتھ ملکی سیاست میں بھی حصہ لیتے رہے تھے۔ مرحوم مرلجان مرلج،
بہت خاموش کارکن، متقی، رہیزگار اور دینی معاملات میں حمیت اور جوش
رکھنے والے تھے۔

مرحوم چانگام (مشرقی پاکستان) کے رہنے والے تھے۔ اور اپنے جوہر
ذاتی اور ہم وطنوں میں عام مقبولیت کی وجہ سے ”چانگام کا رتن“ کہلاتے
تھے۔ افسوس کہ معدے کے سرطان کے موذی مرض میں مبتلا ہو کر سینتالیس
سال کی مختصر سی عمر میں یہ ہیرا مٹی میں مل گیا۔ ان کی رحلت ادارے
کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ خاص کر اس وقت جب کہ تعزیرات پاکستان
کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالنے کا کام اس ادارے کے مہمات امور میں
داخل ہے۔ اور پروفیسر صاحب مرحوم اس اہم کام کے سلسلے میں اہمیاں

خدمات سر انجام دے رہے تھے۔ اس قحط الرجال کے زمانے میں ان جیسا جامع صفات عالم ملنا بہت دشوار ہوگا۔

اللہم اغفرلہ وارحمہ وانت احب الراحمین ۔

اس ماہ کا سرورق

محمد زہدی زکی آفندی مشرقی قرہ حصار (ترکی) کے رہنے والے تھے ۱۲- شوال سنہ ۱۳۳۱ھ (مطابق سنہ ۱۹۱۳ء) میں آپ نے انتقال فرمایا۔ آپ ترکی کے ایک عظیم خطاط تھے۔ آپ کے انتقال پر ترکی کے مقبول ترین اخبار ”صبح“ نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا کہ ”ترسیم خطوط دہ و فن خطاطی دہ صاحب ید طولی صنعت کاران دن“، (یعنی ”وہ خوشنویسی اور فن خطاطی میں ید طولی رکھنے والے صناع تھے“)

ان کا یہ دیدہ زیب طغوا کلام پاک کی مندرجہ ذیل آیت پر مشتمل ہے

قُلْ اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۵۲﴾

(اے پیغمبر، کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری عبادتیں، میرا جینا،

میرا مرنا، یہ سب صرف اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا

پروردگار ہے۔ سورہ الانعام، آیت ۱۶۲)